طوفانی رات
افسانہ
طوفانی رات
میں اکیلی
لڑکی
نورین خان

افسانہ

طوفانی رات

تحریر

نورین خان

یہ ریڈیو پاکستان ہے تازہ ترین موسم کا حال سنئے۔ بلوچستان کے علاقے پسنی میں اس وقت شدید تیز ہواؤں کے ساتھ طوفانی بارش اور ژالہ باری کا سلسلہ جاری کراچی میں آج شام یا رات سے کل دوپہر یا شام تک ہلکی بارش کا امکان۔ پشاور خیبر پختون خواہ میں بھی آج رات طوفان اور بارش کا امکان۔ کچھ علاقوں میں تھوڑی تیز بارش کا بھی امکان ہے، وہ بھی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ۔ انشاء اللہ، اللہ پاک کے حکم سے۔۔

پشاور کے چائے کے ہوٹل میں پڑا ہوا پرانا ریڈیو تیز آواز سے بج رہا تھا۔ اور میں مسلسل تیز قدم اٹھانے پر مجبور ہوگیا۔ لگتا ہے موسم خراب ہونے والا ہے اور مجھے گھر بھی لازمی پہنچنا ہے۔ مگر آج مجھے اندازہ نا تھ کہ اتنا لیٹ ہو جاونگا۔

بارش کی رات میں، شہر کی سڑکیں جھلنے والی بارشوں سے صاف ہوگئیں۔ کبھی ہلچل اور ہجوم سے بھرے فٹ پاتھوں پر اب بہت کم آبادی تھی، کیونکہ زیادہ تر لوگ گھر کے اندر ہی پناہ ڈھونڈ تے کے لئے جلد چلے گئے تھے۔ فرش سے ٹکرانے والی بارش کی بوندوں کی تال میل سے آنے والی آواز نے ایک پرسکون ماحول پیدا کر دیا تھا، جیسے بارش خود کوئی پرسکون سمفنی بجا رہی ہو۔

سٹریٹ لائٹس گیلے اسفالٹ پر ایک گرما گرم تیز روشن چمک ڈالتی ہیں، جس سے شہر کی چمکیلی روشنیوں کا ایک دلکش عکس پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بارش میں سڑکیں رنگوں کا رنگین عکس دیکھاتی ہے آس پاس کی دکانوں کے نیین نشانات بارش سے بھیگی ہوئی سطحوں کی عکاسی کرتے ہیں، جو عام ماحول کو رنگوں کی ایک متحرک مختلف رنگوں کے امتزاج میں بدل دیتے ہیں۔ روشنی کا رنگین اور دلفریب ہر عکس چمکتی بارش کی بوندوں کے ساتھ رقص میں لگ رہی تھی۔

اس دلکش منظر کے درمیان، ایک آدمی نے ہمت سے بارش کی رات میں باہر نکلا۔ لمبے کوٹ اور ٹوپی میں ملبوس وہ خود کو بارش سے بچانے کے لیے نیچے کھینچ کر بامقصد قدموں کے ساتھ چل پڑا۔ بارش اس کے چہرے پر اتر آئی، بوندیں اس کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ گیلے اور اداس ماحول کے باوجود اس کے موقف میں لچک کا اشارہ تھا۔ وہ شخص بولا بابو جی اگرچہ موسم خراب ہے مگر میں آج اپنا کام پورا کر کے جاوں گا دوسرا شخص بولا جلدی کرو میں اپنی دوکان بند کرنے والا ہوں۔

بارش میں وہ یہ سب چلتے چلتے دیکھ رہا تھا۔

ویران فٹ پاتھوں پر ٹہلتے ہوئے اس کے قدم آہستہ سے گونج رہے تھے۔ جب وہ پانی میں بھیگے ہوئے راستے پر چل رہا تھا تو گڑھے بن گئے، اس سے لرزتے ہوئے نمونے اور نقشے بن گئے جو اوپر کی دنیا کا آئینہ دار تھے۔ وہ آدمی گیلے ماحول سے بے نیاز دکھائی دے رہا تھا،

خاموش عزم کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ بارش کی آواز اس کے قدموں سے ہم آہنگ ہو کر فطرت اور انسان کی ہم آہنگی پیدا کر رہی تھی۔ وہ مسلسل بارش میں چل رہا تھا اور اسے سردی بھی لگ رہی تھی۔

بارش کے زیر اثر پورے پشاور شہر کا منظر ہی بدل گیا۔ عمارتیں، جو عموماً تیز اور کوہی ہوتی تھیں، اب نرم پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں، جیسے کہ کوئی دھندلا پردہ پہنا ہوا ہو۔ شہر کی سڑکیں رنگین روشنی کی عکاس سطحیں مسلسل سڑک پر رنگین روشنیاں پیدا کر رہی تھی۔ روشنی اور پانی کے کھیل سے سڑکیں چمکتی ہیں، ایک غیر معمولی ماحول پیدا کرتی ہیں۔ جس کو شاعر حضرات رومینٹک ماحول کہتے ہیں۔ بارش کی بوندیں گلیوں کے نشانوں، سائبانوں اور چھتوں سے آہستہ آہستہ ٹپک رہی تھیں، جس نے منظر میں اداسی کی خوبصورتی کا اضافہ پیدا کر دیا تھا۔

جب اس شخص نے اپنا سفر جاری رکھا تو اس نے اپنے ارد گرد کا مشاہدہ خود شناسی کے احساس سے کیا۔ بارش کی ہم آہنگی اور شہر کی اداس دلکشی اس کے اپنے خیالات اور جذبات کی عکاسی کرتی نظر آتی تھی۔ وہ ایک ایسی دنیا کے درمیان اکیلی شخصیت تھی جو نئے سرے سے بارش کی دلکشی کا نظارہ کر رہا تھا، ایک ایسی دنیا جو امکانات اور نا قابل بیان کہانیوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اپنی دنیا میں مست اس طوفانی بارش میں پیدل چل رہا تھا۔۔ اس نے اپنے جیکٹ کے جیب سے ماچس کی ڈبیا اور ایک سگریٹ نکالی اور سگریٹ سلگا کے پینے لگا اور اپنے سانسوں میں تھوڑی گرمی اتارنے لگا تھا۔

بارش کی رات کے مناظر نے اس کے جسمانی اور استعاراتی سفر دونوں کے پس منظر کے طور پر کام کیا۔ جس طرح بارش نے گندگی اور گندگی کو دھوڈالا، اسی طرح اس نے تجدید اور تبدیلی کا موقع بھی فراہم کیا۔ اور جیسے جیسے وہ آدمی آگے بڑھ رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ لگتا ہے کہ آج رات کہی اور گزارنی ہوگی کیونکہ اب تو سواری مشکل ہے مل جائے۔

موسلادھار بارش نے پشاور شہر کی سڑکوں کو بھیگ دیا۔ مدھم روشنی والی سڑک خالی ہے، سوائے ایک اکیلی شخصیت کے جو بارش میں احتیاط سے چل رہی ہے۔ یہ شخصیت جاوید ہے، جو 30 کی دہائی کے اواخر میں ہے، ایک بوسیدہ جیکٹ میں ملبوس اور کندھے پر ایک پھٹا ہوا بیگ اٹھائے ہوئے ہے۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور تھکن کے آثار ہیں۔

جاوید اسکا پڑوسی تھا۔ کہاں جا رہے ہو جاوید؟

کہی نہیں دوست بس سواری ڈھونڈ رہا تھا۔

جاوید گیلے فرش کے ساتھ ہلچل مچا رہا ہے، اس کے پاؤں کھڈوں میں چھپنے کی آوازیں نکال رہے ہیں۔ وہ وقفے وقفے سے ٹمٹماتے اسٹریٹ لائٹس می احتیاط سے چل رہا تھا، کہ کہیں کسی نالے میں نا گر جائیں۔ آس پاس کی دکانوں کی چھتوں سے ٹکرانے والی بارش کی آواز خالی گلیوں

خالی گلیوں سے گونجتی ہے۔اور بارش کی اس گونج نے ایک پر سرار سا ماحول پیدا کر دیا تھا۔جاوید کے قدم تیز ہو جاتے ہیں،خود کو طوفان سے محفظ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔اور خود سے بڑبڑاتا ہے کہ جاوید بچ بچا کے احتیاط سے چلو۔

جاوید نے بظاہر ویران سڑک کے آخر میں ایک پرانی، مدھم روشنی والی عمارت کو دیکھا۔ پناہ کی تلاش میں وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھتا ہے۔اس نے زنگ آلود گیٹ کو دھکیل دیا،عمارت خستہ حال ہے،ٹوٹی ہوئی کھڑکیاں اور دیواریں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔

جاوید ایک وسیع وعریض کمرے میں داخل ہوا،اس کی برہنہ پن کبھی کبھار ٹپکتی ہوئی چھت سے ٹپکتی ہوئی نظر آتی ہے۔چھت ہے بھی اور نہیں بھی۔وہ ان ویران دیواروں کے اندر سکون پاتا ہے،عناصر سے اس کم سے کم تحفظ کے لیے بھی شکر گزار ہے۔تھوڑی دیر وہ وہی رکتا ہے جب بارش تھوڑی رک جاتی ہے۔تو وہاں سے نکلتا ہے اور اپنے راستے پر جاتا ہے۔وہاں راستے میں اسے وہی پڑوسی مل جاتا ہے جو سگریٹ پی رہا ہوتا ہے اور آس پاس کے حالات سے باخبر ایک بینچ پر بیٹھا ہوتا ہے۔جہاں عموما لوگ بی آرٹی بس کا انتظار کرتے ہیں دن کے وقت۔۔۔

اچانک پھر سے بارش تیز ہو جاتی ہے اور بارش کی چھینٹے اسکے کپڑوں پر پڑتے ہیں۔وہ وہاں سے جانے لگتا ہے کہ

اچانک اس کو درختوں کے ایک کونے سے ایک مدھم آواز آتی ہے۔وہ احتیاط سے چلتا ہے،اور سوچتا ہے یا خدا اس طوفانی اور بارش والی رات میں یہ نسوانی اور ترنم بھری آواز کہاں سے آرہی ہے؟اسکو لگا شائد اسکے کان بج رہے ہیں؟مگر ایسا بھی نہیں تھا اسے بادلوں کی گرج بھی صاف سنائی دی رہی تھی جو رات کے اندھیرے میں مزید خوف پیدا کر رہی تھی۔چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا ساری سڑکیں ویران پڑی تھی۔اچانک اسے پھر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی وہ شور کے منبع کے قریب پہنچتا ہے۔جیسے ہی وہ قریب آتا ہے،اس نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا،جس کی عمر 25 سال سے زیادہ نہیں لگ رہی تھی،کونے میں کھڑی ہانپ رہی تھی اور گرم چادر لپیٹا ہوا تھا۔اسکا چہرہ تروتازہ کشمیری سیب کیطرح لگ رہا تھا اور اسکے ہونٹ سرخ اور گیلے گیلے چمک رہے تھے وہ انتہائی خوبصورت دوشیزہ لگ رہی تھی۔وہ کانپ رہی ہے،اس کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں اور اس کا چہرہ ملال اور آنسوؤں سے لتھڑا ہوا ہے۔

مگر جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ کافی جاذب نظر اور دلکش نظر آئی اسکے شہد جیسے سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے بالکل ریشم کیطرح نرم وملائم،دودھیا سفید رنگت اور بڑی بڑی بھوری غزالی آنکھیں،پتلی سی سرخ ناک،درمیانہ قد نا زیادہ لمبا نا اتنا چھوٹا کہ عیب

کیطرح نرم وملائم، دودھیا سفید رنگت اور بڑی بڑی بھوری غزالی آنکھیں، پتلی سی سرخ ناک، درمیانہ قدنا زیادہ لمبا نا اتنا چھوٹا کہ عیب لگے، گول گول گدریا ہوا ڈیل، گھنی گھنی کالی لمبی تھکیی بھنویں، کھلی پیشانی پر سونے کا چھوٹا سا چمکتا ہوا ٹیکہ، بغیر آستینوں کے سرخ خون کیطرح لال پشمینہ سوٹ بالکل جسم کے ساتھ فٹ اور تنگ جن میں سے جوبن پھٹا سا پڑتا تھا، سرخ پشمینہ شلوار قمیض کیساتھ ناپ کے برابر شلوار جس کے تنگ پائنچے تھے اور اس سنہری گولڈن ستاروں والی لیس لگی ہوئی تھی ۔ گلے میں سرخ ریشمی ڈوپٹہ جس کے کناروں پر سنہری ستاروں والا گوٹا لگا ہوا تھا۔ گول گول دودھ کیطرح سفید کلائیاں جس میں سرخ سرخ شیشے کی باریک چوڑیاں پہنی ہوئی تھی۔ ان سرخ چوڑیوں میں ملی ہوئی سونے کی باریک پتلی سنہری گولڈن چوڑیاں جھم جھم کر رہی تھی اور بہت ہی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ کان موزوں اور لویں بڑی خوبصورتی کے ساتھ نیچے جھکی ہوئی تھی۔ جن میں سونے کے پیارے چمکیلے جھمکے پہنے ہوئے تھے۔ وہ واقعی اس اندھیری رات میں بھی چمک رہی تھی۔۔۔

پہلے تو مجھے یہ لگا کہ یہ میرو ہم ہے کہ کوئی لڑکی اس اندھیری رات میں وہ بھی موسلا دار بارش میں کیسے ہو سکتی ہے؟

میں نے آنکھیں ملی اور یقین کر لیا کہ میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا بلکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ جب میں نے مزید غور کیا تو اسکے بائیں طرف کپڑوں کا ایک سوٹ کیس بھی پڑا ہوا تھا۔

یہ ایک تاریک اور طوفانی رات تھی، اس قسم کی سردی جو آپ کی ریڑھ کی ہڈی تک کو کانپا دے۔ اور آپ کو گرم کمبل کی صرف چاہ ہو اور بس اور کچھ نہیں۔ میں نے ابھی انہیں سوچوں میں مگن تھا اور گھر کی طرف چل رہا تھا، کہ اچانک یہ لڑکی مجھے نظر آ گئی۔ میری چھتری تیز ہواؤں اور بارش کے درمیان مجھے خشک رکھنے کے لیے جدوجہد کر رہی تھی۔ اور بارش کے قطرے ٹپ ٹپ ٹپ کر کے چھتری کے اوپر مسلسل گرج رہے تھے۔۔

جب میں نے ایک کونے کا رخ کیا تو میں نے اسے دیکھا۔ سنسان گلی کے بیچوں بیچ کھڑی ایک خوبصورت عورت، اس کے لمبے لمبے شہد جیسے بال بھیگے اور چہرے سے چپکی ہوئی تھیں۔ اور شانوں پر بکھری ہوئی تھی۔ سخت موسم کے باوجود، وہ بے پرواہ دکھائی دے رہی تھی، اس کی آنکھیں آسمان کی طرف یوں دیکھ رہی تھیں جیسے زوردار گرج اور بجلی سے مسحور ہوں۔ اس لڑکی کو ذرا ڈر نہیں لگ رہا تھا۔۔

میں بہت زیادہ حیران تھا اور میں اپنی مدد نہیں کر سکا لیکن اپنی پٹڑیوں میں رک گیا اور خوف سے اسے گھورتا رہا۔ اس کے بارے میں کچھ تھا، ایک غیر معمولی خوبی جس نے اسے اندھیری اور خوفناک رات میں الگ کر دیا۔ گویا میری موجودگی کا احساس کرتے ہوئے وہ میری

وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور ہماری آنکھیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔
میں اس کی خوبصورتی، اس کی چھیدنے والی سبز آنکھوں اور سفید دودھیا رنگت کی جلد سے مسحور ہوگیا۔ وہ ایک پراسرار چمکیلی بھڑکیلی لباس پہنے روشنی میں پھیلتی دکھائی دے رہی تھی، جیسے وہ خود طوفان کا حصہ ہو۔ میں طوفان کے بیچ میں اس پراسرار خاتون کے بارے میں مزید جاننے کے لیے اس سے رابطہ کرنے کی خواہش کو برداشت نہیں کر سکا۔ اور مجھے تجسس ہو رہا تھا کہ آخر یہ خاتون پشاور کے سڑکوں پر اس وقت کیا کر رہی ہے؟ غالبا رات کے دو بج چکے تھے۔۔شہر کے تمام لوگ گھروں میں بے ہوش سو رہے تھے۔۔
بارش برس رہی تھی اور گرج چمک رہی تھی، لیکن وہ پرسکون اعتماد کے ساتھ وہیں کھڑی تھی۔ اس کا سرخ لباس اس کے منحنی خطوط سے چمٹا ہوا تھا، اور اس کے لمبے کالے بال سڑک کی مدھم روشنی میں چمک رہے تھے۔ میں مدد نہیں کر سکا لیکن اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔
جیسے ہی میں قریب پہنچا، میں نے اس کے بارے میں کچھ عجیب سا محسوس کیا۔ اس کی آنکھیں کسی دوسری دنیا کی روشنی سے چمک رہی تھیں، اور اس کی جلد سفید اور بے عیب تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس دنیا میں ہی نہیں رہی بلکہ کسی اور جگہ سے آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں خود کو روک پاتا، میں نے دھڑکتے ہوئے کہا، تم کون ہو؟
وہ ایک پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی، میں ایک دور دراز علاقے سے آنے والی مسافر ہوں، مجھے آج ایک اہم کام ہے۔
میں متجسس اور تھوڑا سا خوفزدہ بھی تھا۔ یہ غیر معمولی خوبصورتی کس مشن پر چل سکتی ہے؟ اس خطرناک اور موسلا دار بارش میں ایسا کونسا اہم کام ہوگا؟ اس سے پہلے کہ میں مزید کوئی سوال کرتا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اندھیری، بارش سے بھیگی گلیوں میں لے گئی۔
ہم خاموشی کے ساتھ چلتے رہے جو گھنٹوں کی طرح محسوس ہوتا تھا، صرف ایک ہی آواز تھی جو دور گرج کی آواز تھی۔ آخر کار ہم شہر کے نظارے سے ایک ویران جگہ پر پہنچے۔ وہ عورت میری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی، مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس شہر میں میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے، البتہ دور کی ایک خالہ ہے جو بہت دور کارخانوں سائیڈ پر رہتی ہے۔ اور مجھے کسی ایسے بہادر اور سچے شخص کی ضرورت ہے جو اس وقت جو مصیبت مجھے درپیش ہے اس کو فتح کرنے میں میری مدد کرے۔
میں حیران بھی تھا اور خود پر دل ہی دل میں فخر بھی کر رہا تھا کہ وہ مجھے ایسے کام کے لیے یعنی مدد کے لئے منتخب کرے گی۔ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے، میں نے اس کی مدد کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ ہم ایک ساتھ مل کر اس اندھیرے کے منبع کو بے نقاب کرنے کے لیے نکلے جس نے شہر کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

میں نے اس انجان خاتون سے پوچھا۔آپکی ایک دور کی خالہ یہاں رہتی ہے مگر کارخانوں یہاں سے دور ہے تقریباایک گھنٹے کے فاصلے پر۔اوراس وقت کوئی سواری آسانی سے نہیں ملی گی۔

وہ بولی تم فکرمت کرو۔یہ میرا نصیب ہے کہ اس پرسرار اور طوفانی رات میں تم مجھے مل گئے۔

جیسے جیسے ہم اس راز کی گہرائی میں اترتے گئے، میں نے محسوس کرنا شروع کیا کہ وہ خاتون صرف ایک خوبصورت اجنبی نہیں تھی، بلکہ ایک دوسرے دائرے کی ایک طاقتور ہستی تھی۔اس کے پاس خوداعتمادی تھی اور بہادری بھی،حکمت اس چیز سے کہیں زیادہ تھی جو میں کبھی نہیں جانتا تھا۔کہ اس رات میں کوئی عام بندہ ہوتا تو ڈر کے مارے ضرور بےھوش ہوجاتا۔

فیروز

(آہستگی سے)

تم ٹھیک ہو،انجان خاتون؟

نوجوان لڑکی اوپر دیکھتی ہے،اس کی چوڑی آنکھیں خوف اور خطرے سے بھری ہوئی ہیں۔وہ سر ہلاتی ہے،جواب دینے کے لیے الفاظ تلاش کرنے سے قاصر ہے۔

جی میں ٹھیک ہوں آپکا بہت شکریہ۔

میرا نام نواب فیروزعلی خان ہےاور میرا تعلق مردان سے ہے۔میں پشاور میں یہاں اپنے دوست سے ملنے آیا تھا۔مگر رات ہوگئی اور پتہ بھی نا چلا۔

مجھے لگتا ہے کہ شائدآپکو سردی لگ رہی ہے؟

نواب فیروزاپنے بیگ سے ایک پیلا سوئٹرنکالتا ہے وہ نرمی سے اسے لڑکی کے گرد لپیٹتا ہے،کچھ گرمجوشی اور سکون فراہم کرتا ہے۔اب تمھیں اچھامحسوس ہوگا۔بدقسمتی کے اس انجانے بندھن میں ایک ہمدردی والا بندھن بننا شروع ہوجاتا ہے۔

محترمہ میں آپ سے نام پوچھنے کی جسارت نہیں کروں گا۔مگرایک بات ضرور پوچھوں گا کہ آخراس طوفانی رات میں آپ یہاں کیوں آئی ہے؟

آپ مجھ پراعتماد کرسکتی ہے ہم خواتین کا احترام کرتے ہیں۔

پہلے میں کوئی آرام دہ جگہ تلاش کرتا ہوں پھر بات کرتے ہیں۔

فیروز

(ہاتھ بڑھایا)

میرے ساتھ او۔آیئے آپ کے لیے ایک بہتر جگہ تلاش کرتے ہیں۔

نوجوان لڑکی ہچکچاہٹ محسوس کرتی ہے، وہ فیروز کی طرف دیکھتی ہے، یقین کے لیے اس کی آنکھیں تلاش کرتی ہے۔کہ میں اس اجنبی پر اعتبار کروں یا نا کروں۔

دونوں طوفانی بارش کے چیلنجوں اور غیر یقینی صورتحال کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک سفر کا آغاز کرتے ہیں۔راستے میں، ان کا سامنا ایسے مہربان لوگوں سے ہوتا ہے جو مصیبت اور امید کے ساتھ راہیں عبور کرتے ہوئے مدد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

وہ خاتون اب پرسکون محسوس کر رہی تھی اور اس کو فیروز پر مکمل بھروسہ تھا۔

جیسے جیسے ان کا رشتہ مضبوط ہوتا جاتا ہے، وہ اجنبی خاتون آہستہ آہستہ اپنی دل دہلا دینے والی کہانی سے پردہ اٹھاتی ہے، اس صدمے کو ظاہر کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ اکیلے پشاور کی سڑکوں پر گھومتے رہی ہے۔ایک ساتھ، وہ ایک دوسرے میں سکون اور طاقت پاتے ہیں، اور ایک دوسرے کو اپنائیت سے دیکھتے ہیں۔۔

لڑکی فیروز کو دیکھ کر ہلکا سا مسکراتی ہے۔اور کہتی ہے میرا نام سدرہ ہے اور میرا تعلق گلگت کے دور دراز ایک پسماندہ گاوں سے ہے۔

بارش کے پس منظر میں اس کا یہ انداز ہی نرالا تھا۔موسلا دھار بارش کے باوجود، اس کی تابناک روح اس وقت چمک رہی تھی جب اس نے اعتماد کے ساتھ یہ سب مجھے بتایا۔سدرہ نے شاندار سرخ سوٹ پہنا تھا۔

بارش کی ہر بوند نے اس کے سوٹ کو اچھا خاصا گیلا کر دیا تھا، مگر میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے بھی چمک رہی تھی اور اب پہلے والی افسردگی ختم ہوگئی تھی۔ایسا لگتا تھا کہ اس کا لباس خوبصورتی اور ولولہ انگیزی کا ایک بہترین امتزاج بنتا ہے، جو اس کے شدید طرز عمل کو ظاہر کرتا ہے۔

نوجوان خاتون کا عزم قابل دید تھا کیونکہ وہ بارش کی اس رات اکیلی کھڑی تھی۔اس کی غیر متزلزل نگاہوں نے مقصد کے گہرے احساس کی طرف اشارہ کیا، جیسے وہ سامنے آنے والے کسی بھی چیلنج کو جیتنے کے لیے تیار ہو۔میں بھی تجسس میں تھا کہ ایسا کون سا اہم کام ہوگا؟

فرش سے ٹکرانے والی بارش کے قطروں کی آواز نے ایک پرسکون پس منظر بنا دیا۔جب کہ دوسروں نے طوفان سے پناہ مانگی، اس نوجوان خاتون نے بارش کی سمفنی میں سکون پاتے ہوئے موسم کی شدت کو قبول کیا۔اور بالکل لاپرواہ موسم کی شدت سے جیسے بے خبر چل رہی تھی۔

راہگیر اس کی طرف متجسس نظریں ڈالے بغیر نا رہ سکے مگر مجھے ساتھ دیکھ کر مدد نہ کر سکے۔ کچھ لوگ اس کی بے باکی سے پریشان تھے کہ وہ اس طرح کی سنسنی خیز رات کو اس طرح کے متحرک سرخ بھڑکیلے لباس میں کسی دلہن سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ دوسروں نے اس کے وجود سے پیدا ہونے والی طاقت اور اعتماد کو تسلیم کرتے ہوئے تعریف بھری نگاہوں سے اس کو دیکھا۔

جیسے جیسے بارش کی بوندیں اس کے سوٹ کو چھو رہی تھیں، اس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا، اس لمحے میں خود کو مکمل طور پر اپنے خیالات میں خوف کو غرق کرنے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ بارش کو رکاوٹ کے طور پر محسوس نہیں کرتی تھی۔ بلکہ، یہ اس کے سفر کا ایک لازمی حصہ بن گیا۔

اس لمحے میں، یہ واضح ہو گیا کہ اس نوجوان خاتون کی ظاہری شکل صرف فیشن بیان نہیں تھی۔ اس کا سرخ سوٹ لچک کی علامت تھا، اس بات کا اعلان کہ وہ زندگی کے چیلنجوں کا سامنا کرنے سے بے خوف ہے۔ اور اسکے اندر ویسے ہی شدت پائی جاتی ہے۔

آگے بڑھنے کے مقصد کے ایک نئے احساس کے ساتھ، اس نے ایک قدم آگے بڑھایا، بارش اس کی ساتھی بن گئی، جب وہ بہادری سے سڑک پر چلی، اور دیرپا تاثر چھوڑ گئی۔

اس سرخ سوٹ میں، برسات کی رات اور غضبناک آسمان کے نیچے، اس نے مجھ سے پوچھا۔۔

نواب فیروز علی خان کیا مجھے گرم گرم پشاوری چائے پلا سکتے ہو؟

اس وقت تو مشکل ہے سارے ہوٹل بند ہو چکے ہیں۔

خیر میں کوشش کرتا ہوں۔۔

تھوڑی دور جا کر فیروز کو چائے کا ایک پرانا ڈھابا نظر آ گیا۔ جہاں ایک بوڑھا آدمی بلب کی روشنی میں چائے بنا رہا تھا اور سامنے دو گاہک بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا چچا جان چائے مل سکتی ہے؟

اس بوڑھے ضعیف آدمی نے پرانا بوسیدہ سوئٹر پہنا ہوا تھا جو اسکی غربت کو ظاہر کر رہا تھا۔

جی بابو جی چائے ابھی بنائی ہے آپکے لئے ایک پیالی میں ڈالتا ہوں۔

میں نے کہا چچا جان ایک نہیں بلکہ دو پیالی چائے۔

میں نے چائے لی اور واپس اس اجنبی خاتون کے پاس گیا۔۔

وہ گرم گرم چائے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ ایسے لگا جیسے اس میں ایک نئی جان پڑ گئی ہو۔

اس نے فوراً مجھ سے گرم گرم چائے کی پیالی لی اور مزے سے چسکی لے لے کے پینے لگی۔
پورا شہر ویران پڑا تھا۔اور ہم دو ایک بینچ پر بیٹھے بھاپ اڑاتی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔
بارش اب بھی اچھی خاصی تیز برس رہی تھی۔
چائے پینے کے بعد اس نے مجھ سے مخاطب ہو کے فرمایا۔۔۔
کہ میں اپنے گاوں میں ایک بے روزگار لڑکے ساجد کی محبت میں پھنس گئی تھی اور ساجد نے مجھے گھر سے بھاگنے کا مشورہ دیا تھا۔
اور میں بے وقوف اسکے باتوں میں آ کر اپنے شریف ماں باپ کو دھوکہ دے کر یہاں بھاگ آئی کہ ہم یہاں سے کراچی بھاگ کر شادی کر لینگے اور پھر دبئی میں مزے کرینگے۔
میں اپنے ساتھ اپنی بہنوں کی شادی کے لئے رکھا ہوا زیور جو تقریباً بیس ٹولے ہیں اور کچھ نقدی پانچ لاکھ کی جو میرے بوڑھے باپ نے اپنی زمین بیچ کے بہنوں کی شادی کے لئے رکھی تھی اپنے ساتھ لے آئی۔
فیروز نے یہ سب بہت آرام اور سکون سے سنا۔
اچھا پھر کیا ہوا؟
اس نے جواب دیا پھر کیا ہونا تھا۔
آج ساجد نے مجھ سے بس سٹیشن پر ملنا تھا مگر لگتا ہے والدین کی ڈر کی وجہ سے وہ گاوں سے نا نکل سکا۔اور میں اکیلی یہاں در بدر ٹھوکریں کھانے پے مجبور ہوں۔۔۔
فیروز نے ایک نظر اٹھا کر اسے غور سے دیکھا اور کہنے لگا سدرہ، جی آپ شکل سے ایسی لگتی تو نہیں۔۔۔۔
کیا نہیں لگتی۔۔۔۔کیسے۔۔۔
یعنی عقل سے عاری، دوسروں کی باتوں میں جلد آ جانے والی۔۔
کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمھاری بہنوں کی شادی کیسے ہو گی؟
تم تو ماں باپ کی زندگی بھر کی کمائی عزت کیساتھ ساتھ دولت بھی چرا لائی ہو۔اپنے غریب ماں باپ پر رحم نہیں آیا۔۔۔
وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔۔۔
خیر میں چائے کی خالی پیالیوں کو چچا کو واپس کرنے گیا۔اور اس سے پوچھنے لگا کہ اس وقت کوئی ٹیکسی یا سواری مل جائے گی؟ یا نہیں۔۔۔

چچانے جواب دیا۔۔۔

اس وقت بہت مشکل ہے بابو جی۔۔

فلائنگ کوچ اڈہ ہے مگر وہ بھی بہت دور ہے اور وہاں بھی کوئی سواری اس وقت نہیں ہوتی۔۔

فیروز پریشان ہونے لگا۔۔۔

اس بوڑھے چچانے جواب دیا فکر کی کوئی بات نہیں بابو جی۔۔۔

یہ جو میرے ڈھابے میں دو گاہک بیٹھے ہیں۔اس میں یہ شیدا رکشے والا ہے۔۔۔

شیدے اور او شیدے۔۔۔ادھر آو۔۔۔

جی چچا میاں کیا بات ہے؟

بیٹا اپنا رکشہ لے آو اس بابو جی کو جہاں جانا ہے وہاں پہنچا دینا۔۔

سمجھ گئے؟

جی چچا میاں۔۔۔

فیروز خوش ہو کر واپس سدرہ کے پاس جاتا ہے اور اس سے خالہ کے گھر کا ایڈریس دریافت کرتا ہے۔فیروز سدرہ کو رکشے میں بیٹھاتا ہے ساتھ اسکا سوٹ کیس احتیاط سے رکھ دیتا ہے۔

پھر کچھ سوچتا ہے،اور خود بھی رکشے میں اسکے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔۔۔

رکشے والا کہنے لگا بابو جی اگر مائنڈ نا کریں تو ایک بات پوچھوں؟

ہاں ہاں ضرور

بابو جی اس طوفانی رات میں بی بی جی نے سونے کی چمک دار چوڑیاں پہن رکھی ہے خدانا کریں اگر کسی چورا چکے کی نظر پڑ جاتی تو؟

بی بی جی انسان کو خود ہی خیال کرنا چاہیئے۔

ہاں بالکل شیدے ٹھیک کہا۔۔۔

چلو آگے دیکھو۔۔۔بارش بہت تیز ہو چکی ہے۔

چلو آگے دیکھو۔۔۔ بارش بہت تیز ہو چکی ہے۔

پہنچ جائنگے بابو جی فکر کا ہے کی ہے؟

میں آپکا شکریہ کیسے ادا کروں مسٹر فیروز؟

ہلکی آواز میں کہتے ہوئے۔۔

یہ میرا فرض تھا۔

سدرہ دل میں سوچ رہی تھی کہ ایک ساجد تھا جس نے مجھ سے دھوکا کیا۔۔

اور ایک یہ فیروز ہے جو کتنی میری عزت کرتا ہے۔ میرا خیال رکھ رہا ہے۔

میں کتنی معتبر ہوں۔

وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔

پورے ایک گھنٹے بعد رکشہ ایک گھر کے سامنے رکھا جو غالبا اسکی خالہ کا گھر تھا۔۔

فیروز نے دروازے کی گھنٹی بجائی۔۔

اور واپس آ کر رکشے سے اسکا سوٹ کیس اتارنے لگا۔

جیسے ہی اس نے مجھے الوداع کہا، بارش دھیمی ہونے لگی اور گرج تھم گئی۔۔۔

وہ دروازے کیطرف جانے لگی تھی۔۔

رکشے والا بولا اچھا بابو جی اب میں چلتا ہوں

آپکو اور آپکی بیوی کو منزل پر پہنچا دیا۔۔۔

فیروز کو ایک دم جھٹکا لگا۔۔۔

کونسی بیوی؟

بابو جی یہی جو گھر میں داخل ہو رہی ہے۔۔

یہ میری بیوی نہیں ہے۔۔۔۔

یہ تو ویشیا ہے ویشیا۔۔۔ دھندے والی۔۔

فیروز کو ایک دم جھٹکا لگا۔۔۔

کونسی بیوی؟

بابو جی یہی جو گھر میں داخل ہو رہی ہے۔۔

یہ میری بیوی نہیں ہے۔۔۔۔

یہ تو ویشیا ہے ویشیا۔۔۔دھندے والی۔۔

گھر سے بھاگ جانے والی لڑکی سے کوئی شادی کرتا ہے؟

یہ بول کر فیروز رکشے میں سوار ہوا اور رکشہ واپس اپنی نئی منزل پر روانہ ہو گیا۔

سدرہ وہاں بت بنی کھڑی رہ گئی۔۔۔

اسکے کان بج رہے تھے۔۔

یہ ویشیا ہے ویشیا دھندے والی۔۔۔

گرم گرم آنسو اسکے گالوں پر بہنے لگے۔۔۔

اور خالہ نے دروازہ کھولا اور سدرہ کو گلے لگا کر اندر لے گئی۔۔۔

ختم شد۔۔۔